النقد علی تقریر فضل احمد

معروف بہ

شان اہلبیت میں وارد ایک حدیث پہ علامہ فضل احمد چشتی کا علمی تعاقب

تحریر

مفتی محمدؐ شاہد بندیالوی

بسم اللہ الرحمن الرحیم۔

رفتہ رفتہ مرور زمانہ سے فتنوں میں بتدریج اضافہ ہورہاہے۔اختلاف قدیم علماء کی روش ہے،سلف وخلف کی کتب میں اختلاف سے کتب مشحون ہیں مگر مہذب وشائستگی اور علمی دیانت کا ملحوظ ہونا وصف لازم لاینفک ہے۔

اگر کہیں کوئی نوک جوک کا جملہ ہو تو چیدہ چیدہ،اور اسکا وجود نادر الوقوع ہونے کے ساتھ ساتھ کتب تک رسائی خاص افراد کی۔

مگر آج سوشل میڈیا کا دور جس میں محتاط طریقہ سے اختلاف کرنا اور مالہ وما علیہ کو مد نظر رکھنا لازم۔

مگر کچھ احباب اس روش سے اعراض کرتے نظر آتے ہیں،کبھی تو دانستہ اور کبھی غیر دانستہ۔اہل علم وفضل کے ہاں یہ چیز باعث تکلیف ہے۔کچھ اسی طرح ہوا کہ ہمارے ایک بہت ہی قریبی دوست نے مجھے بتایا کہ اہل بیت کی شان وفضل میں جو حدیث اعلی حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے نقل فرمائی ہے اس پر فلاں عالم حضرت علامہ مولانا مفتی فضل احمد چشتی صاحب نے تبصرہ کیا ہے کہ یہ حدیث موضوع اور من گھڑت ہے۔میں نے برجستہ کہا یہ حدیث موضوع نہیں بلکہ ضعیف ہے۔مجھے انہوں نے اصرار کیا کہ آپ انکا تبصرہ سن لیں۔میں نے کہا کہ ضرورت نہیں،میں جانتا ہوں کہ یہ حدیث موضوع نہیں ہے۔انکے اصرار کے بعد جب میں حدیث پر تبصرہ سنا تو بہت افسوس ہوا۔کہ ایک صاحب علم آدمی سے ایسی خلاف توقع بات اور انداز اور خطاب تکلم مناسب نہیں تھا۔اگر علامہ صاحب نے فقط تبصرہ کیا ہوتا کہ یہ حدیث موضوع ہے تو تاویل کی جاسکتی تھی چاہے وہ تاویل ابعد ہوتی مگر حکم لگانے میں تعدی کے ساتھ اور بھی بہت ساری لایعنی گفتگو اور تسامحات اور تجاوزات موجود تھے۔مجبورا ہمیں اس پر مختصرا تبصرہ لکھنا پڑا۔حدیث پر حکم لگانے میں تعدی علماء حدیث کے ہاں منقول ہے جو تسامحات پر مبنی ہونے کے ساتھ متفرقہ وجوہات اور فوائد پر مبنی ہے،مگر ہمارے دوست صاحب علم ہونے کے باوجود،حدیث پر تبصرہ نہ روایۃ درست نہ درایۃ۔مزید نامعقول گفتگو حضرت کے تبصرہ میں موجود تھی۔

تبصرہ سننے کے بعد معلوم ہوا کہ ہمارے دوست علم حدیث سے نابلد ہیں اور بلکہ اصول حدیث سے واقفیت نہیں رکھتے۔اوران کی گفتگو میں اعلی حضرت سے عداوت کی بوآرہی تھی۔

میں اپنی اس تحریر کواس سخت موسم میں فقط اس لیے لکھ رہاہوں کہ اہلبیت اور بزرگوں کے کلام حقہ کے دفاعین میں میرا بھی شمار ہو جائے اور انکی نظر عنایت کا طالب ہونے کے ساتھ انکا پسندیدہ بن جاؤں۔اللہ پاک میری اس سعی جمیلہ کو اہلبیت کے توسل سے قبول فرمائے۔

میں اپنی اس تحریر کوایک مقدمہ دو فصلوں اور ایک خاتمہ پر پیش کرونگا۔ان شآء اللہ عزوجل۔

مقدمہ میں حدیث کاذکر

فصل اول میں حضرت کی حدیث پر جو روایۃ گفتگو ہے اس پر نقد پیش کرونگا۔

دوسری فصل میں حضرت کی حدیث پر جو گفتگو درایۃ ہے اس پر نقد پیش کرونگا۔

خاتمہ میں حضرت کے کلام پر اشکال ومناقشہ۔

فہرس الموضوعات

فہرس الموضوعات 4
مقدمہ 8
الفصل الاول من حیث الروایۃ 11
مسئلہ ثانیہ: 12
جرح کا طریقہ 12
ثبوت موضوع کے الفاظ 12
موصوف کا استدلال اول 13
منکر کی تعریف 13
اقسام منکر مستلزم موضوع نہیں 13
فائدہ ۱: 13
فائدہ ۲: 13
فائدہ ۳: 14
مثال 14
حدیث منکر مستلزم موضوع نہیں 14
اقول: 15
تنبیہ: 15
فائدہ ۲: 15
فائدہ ۳: 15

1۔ عثمان بن عمیر کوفی۔ 15
2۔ علی بن جزور 16
امام نسائی کے نزدیک 16
امام دار قطنی کے نزدیک 16
اعلی حضرت کے نزدیک 16
امام ذہبی کے نزدیک 17
حافظ ابن حجر کے نزدیک 17
ابان بن ابی عیاش: 19
احمد بن بشیر: 19
فائدہ ا: 20
الفصل الثانی من حیث الدرایۃ 21
بحث الاول: 21
بحث الثانی: 21
خاتمہ: 23
قال: 23
اقول: 23
قال: 24
اقول: 24
اولا: 24
ثانیا: 25

ثالثا: 25
رابعا: 25
قال: 25
اقول: 25
قال: 26
اقول: 26
قال: 26
اقول: 26
قال: 26
اقول: 27
ثانیا: 27
ثالثا: 27
رابعا: 27
قال: 27
اقول: 27
قال: 28
اقول: 28
اولا: 28
ثانیا: 28
قال: 28

اقول: 28
قال: 29
اقول: 29
قال: 29
اقول: 29
قال: 29
اقول: 29
قال:ل.. 30
اقول: 30
قال: 30
اقول: 30

مقدمہ

اہلبیت کی شان و فضل کا کوئی بھی اہل اسلام میں منکر نہیں اور نہ ہی صاحب اسلام سے اسکا تصور متوقع ہے۔اور ہو بھی کیسے سکتا ہے جن کی شان میں اللہ نے قرآن کی آیات نازل فرمائی ہوں، جن کے فضائل میں کریم آقا ﷺ کے فرامین مقدسہ کثیرہ شاہد و ناطق ہوں۔

جو ہمارا موضوع حدیث پاک ہے میں اسکی سند اور اسکی تخریجات کو نقل کرنا چاہوں گا۔

أخرجه ابن عدی فی الکامل فی ترجمه(زيد بن جبير الأنصاری ج4ص155)

ثنا علی بن العباس عباد بن يعقوب، ثنا إسماعيل بن عياش، عن زيد بن جبيرة الأنصاری، عن داود بن حصين، عن رافع -مولى رسول الله - صلى الله عليه وسلم - عن علی قال: قال رسول الله - صلى الله عليه وسلم -: "من لم يعرف حق عترتي والأنصار والعرب، فهؤلاء أحد ثلاث: إما منافق، وإما لزنية، وإما حملته أمه على غير طهر".

الرواية الثانية بلفظ:

ثنا عمر بن سنان، ثنا هشام بن عمار، ثنا ابن عياش، ثنا زيد بن جبيرة، عن داود بن الحصين، عن أبي رافع عن علی قال: سمعت رسول الله - صلى الله عليه وسلم - يقول: "من لم يعرف حق عترتي والأنصار والعرب فهو لإحدى ثلاث إما منافق وإما لزنية، وإما لغير طهر"

قال الشيخ ابن عدی: وهذه الروايات الثلاث - المراد بالرواية الثالثة (لا يبغض العرب إلا

منافق) التی ذکرتها لهذا الحدیث عن ابن عیاش، عن زید بن جبیرة.

فاصحها روایة هشام بن عمار، وابن أبی رافع ههذا، هو عبید الله بن أبی رافع، عن إسماعیل بن عیاش، وإسماعیل إذا روی عن أهل المدینة وأهل العراق خلط فی روایاته عنهم، وإذا روی عن أهل الشام فهو ثبت.(الکامل ج4ص156)

تبصرہ: علامہ ابن عدی نے فرمایا کہ ان روایتوں میں سے جو ہشام بن عمارہ کی روایت ہے وہ زیادہ صحیح ہے اور ہشام بن عمارہ جو ہے وہ صدوق ہے اور ثقہ ہے۔

وأخرجه الامام الشجری فی أمالیه (باب فضل أهل البیت...إلخ) ج156/1

بلفظ: أخبرنا أبو طاهر محمد بن أحمد بن محمد بن عبد الرحمن، وأبو القاسم عبد الرحمن بن محمد بن أحمد الذکوانی -ولفظ الحدیث له- قال: أخبرنا أبو عبد الله محمد بن جعفر بن حبان، قال: حدثنا أبو العباس الخزاعی، قال: حدثنا محمد بن کثیر العبدی، قال: حدثنا إسماعیل بن عیاش، قال: حدثنا زید بن جبیرة بن محمود، عن ابن أبی جبیرة الأنصاری عن داود بن الحصین، عن أبی رافع -مولی رسول الله- صلی الله علیه وسلم - یقول: "من لم یعرف حق عترتی والأنصار والعرب فهو لاحدی ثلاث: إما منافق، وإما لزنیة وإما امرؤ حملت به أمه فی غیر طهر".

یہ روایت سب سے پہلے امام المحدثین امام بیہقی نے شعب الایمان میں نقل فرمائی۔ان کے بعد یہ روایت امام دیلمی اور ابن الشجری نے امالی و مسند الفردوس میں نقل فرمائی ابن عدی نے الکامل میں نقل فرمائی۔مابعدھم دیگر محدثین، شیخ علی

بن متقی ہندی نے کنز العمال میں، امام سیوطی نے جمع الجوامع میں، حافظ ابن حجر ہیتمی نے صواعق المحرقہ میں، امام ابن قیصرانی نے ذخیرۃ الحفاظ میں، امام سخاوی نے استجلاب میں نقل فرمائی۔

یہ حدیث منطقی لحاظ سے قضیہ شرطیہ متصلہ سالبہ پر مشتمل ہے، اور یہ قضیہ شرطیہ بتیہ خارجیہ کے قبیلے سے ہے۔ حکم تالی للمقدم اور تالی انفصالی طور پر تین میں سے حکم ثبوتی رکھتی ہے۔ جو منع خلو کے قبیلہ سے ہے۔

وضع مقدم، وضع تالی کو ثابت کرتی ہے۔ نبی اکرم ﷺ کا قضیہ خارجیہ ثابتہ حقہ، متحقق الوقوع ہے۔ جو شخص نبی اکرم ﷺ کے اہلبیت کی قدر و منزلت کو نہ پہچانے، وہ یا منافق یا زانیۃ یا پھر حیضی۔

ان تین میں سے کسی ایک کا ثبوت مقدم للتالی لازمی و یقینی ہے۔ جسکا انکار نبی اکرم ﷺ کے فرمان کے انکار کو مستلزم ہے۔ اور اہلبیت کی شان سے رو گردانی کرنا ہے۔ اور اہلبیت کی شان سے رو گردانی اہل نواصب کا منہج ہے۔ حضرت علامہ سے یہ متصور تو نہیں ہو سکتا کہ وہ اہلبیت کی شان سے منحرف ہو، مگر اس مسئلہ میں عدم توجہ و التفات کی بنا پر تسامحات کثیرہ پر مبنی تبصرہ ان سے معرض وجود میں آیا۔

الفصل الاول من حیث الروایۃ

علامہ صاحب نے جو روایت پر کلام کیا اس پر نقد و تبصرہ :

قال: یہ روایت فلاں فلاں کتب میں ہے۔ موضوع ہے منگھڑت ہے۔

اقول: حضرت نے کہا کہ میں محدثانہ کلام کرونگا اور فقیہانہ اور متکلمانہ کلام کرونگا۔ہائے افسوس ! صورثلثۃ میں سے کسی صورت کا تحقق بھی نہ ہوا۔رفع شے ،تینوں صورتوں کی متحقق ہوئی۔حضرت کے کلام کا ماحاصل موضوع اور منگھڑت ہونے پر زید بن جبیرہ پر نقد و تبصرہ ہے۔اہل مناظرہ کی،اصطلاح میں جب دلیل دعوی کے مطابق نہ ہو اسے تقریب ناقص کہا جاتا ہے۔دعوی تو موضوع ہونے کا کیا اور دلیل ایک بھی موضوع ہونے پہ پیش کرنے سے قاصر رہے۔حضرت اصول حدیث یا اسماء الرجال یا کسی بھی کتاب کا حوالہ نہ دے سکے جس نے اس حدیث کو موضوع یا منگھڑت کہا ہو۔

دلیل کے طور پر انہوں نے ایک منکر الحدیث کے لفظ دوسرا متروک الحدیث تیسرا لیس بشئی کے الفاظ سے استدلال کیا کہ یہ حدیث موضوع منگھڑت ہے۔جبکہ اہل علم پر یہ بات مخفی نہیں کہ تینوں مصطلحات کسی بھی صاحب فضل کے ہاں موضوع ہونے کو لازم نہیں۔میں کہتا ہوں یہ اصطلاحات موضوع تو درکنار،ضعیف ہونے کو بھی مستلزم نہیں۔

قارئین پر پہلے میں موضوع کی تعریف کردوں تاکہ مسئلہ سمجھنا متبین ہو جائے ۔ابن صلاح وحافظ ابن حجر و سخاوی و دیگر ائمہ کثیرہ نے موضوع کی تعریف یہ کی :

وھو المختلق المصنوع۔

اسی طرح کے ملتے جلتے الفاظ کے ساتھ دیگر کتب میں بھی شنشوری،ابیاری و دیگر ائمہ کثیرہ نے موضوع کی یہی تعریف کی۔

مسئلہ ثانیہ :

ثبوت حدیث موضوع کے لیے کتب اصول حدیث میں اسکے اسباب مختلفہ نقل فرمائے۔حافظ ابن حجر نے ،ملا علی قاری نے،دیگر ائمہ نے اور سیدی اعلی حضرت نے اس پر مختلف اسباب ذکر فرمائے۔ مختصر قرینہ موجود ہونا ضروری ہے جو اسکے موضوع ہونے پر دلالت کرے،وہ قرینہ راوی کا خود اقرار کرلینا یا دیگر اسباب جیسے الفاظ کی رکاکت، مگر الفاظ کی رکاکت بھی حدیث کے موضوع ہونے کو ثابت نہیں کرتی جیسا کہ حافظ ابن حجر نے ذکر کیا۔اعلی حضرت نے منیر العین میں بھی اسباب مختلفہ پر تعلیقات کیں۔

جرح کا طریقہ

کتب اصول میں راوی پر جرح کے دو طریقے ہیں،جرح راوی پر من حیث العدالت ہوتی ہے یا من حیث الضبط ہوتی ہے،حدیث کے موضوع کا تعلق راوی پر جرح من حیث العدالت کے ملحوظ ہونے سے ہوتی ہے۔ جبکہ علامہ صاحب نے راوی پر ایسی کوئی بھی جرح ثابت نہیں کرسکے جو حدیث کو موضوع ثابت کرے۔

اصول جرح کی کتابوں میں جرح کے مختلف مراتب نقل کی ہیں۔ بعض نادان لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ جرح کے الفاظ اور انکی مصطلحات سے حدیث کا موضوع ہونا ثابت ہو جاتا ہے حالانکہ ضعیف ہونا تو درکنار حدیث موضوع ہونا بھی بعض مصطلحات سے ثابت نہیں ہوتا۔بلکہ میں تو کہتا ہوں کہ بعض جرحیں تو مانع صحت بھی نہیں ہوتیں چہ جائیکہ حسن یا ضعیف یا موضوع ہونا ثابت ہو۔

ثبوت موضوع کے الفاظ

موضوع کے ثبوت کے لیے عمومی طور پر کتب جرح میں یہ الفاظ منقول ہیں۔اکذب الناس، کذاب ،اکذب ، دجال

وغیرھم۔

میں کہتا ہوں ان الفاظ سے بھی بعض اوقات راوی کی حدیث کو کوئی نقصان نہیں ہوتا۔اور یہ بات اہل علم پر مخفی نہیں۔اب میں حضرت علام کے حدیث کو موضوع ثابت کرنے کے لیے کیے ہوئے تبصرہ پر نقل پیش کرتا ہوں۔

کتب جرح میں جرح کے بعض لوگوں نے 3 بعض نے 4 اور بعض نے 6 مراتب ذکر کیے۔

موصوف کا استدلال اول

حضرت نے منکر سے استدلال کیا کہ یہ حدیث موضوع ہے۔

منکر کی تعریف

میں منکر کی پہلے تعریف کرنا چاہوں گا۔

"ما رواہ ضعیف مخالفا"۔

اقسام منکر مستلزم موضوع نہیں

منکر کی امام سخاوی نے دو قسمیں بیان کیں۔دونوں ہی موضوع نہیں۔

فائدہ ١:

منکر کی اصطلاح معروف کا مقابل ہے۔

فائدہ ٢:

منکر کے اندر راوی پر طعن اسباب ثلثہ کی بدولت ہوتا ہے۔

(١) فحش غلطی (٢) کثرت غلطی (٣) فسق۔

پھر اس میں جرح مفسر اور جرح مبہم کی بحث اسے ملحوظ رکھنا بھی ضروری ہے۔

فائدہ ۳:

راوی جب ضعیف ہو اور ثقہ کی مخالفت کرے اسے منکر الحدیث کا نام دیا جاتا ہے اسکا یہ مطلب ہر گز نہیں کہ روایت میں اگر ایسا ہو تو روایت ہر لحاظ سے ثقہ کی مخالفت کو ثابت کرتی ہے اگر کرے بھی تو منکر ضعیف کی قسم ہے نہ کہ موضوع کی۔

اور کتب اصول حدیث میں جہاں پر منکر کی بحث موجود ہے کسی نے بھی اسکو موضوع کی قسم میں شمار نہیں کیا۔

مثال

امام خاتم الحفاظ امام جلال الدین سیوطی نے ابن جوزی پر تعاقب کرتے ہوئے فرمایا:

''حدیث فان طلب العلم فریضۃ۔۔الخ،اس حدیث پاک میں ایک راوی ہے ابو عاتکہ، یہ راوی منکر الحدیث ہے۔امام سیوطی نے فرمایا یہ حدیث بیہقی میں ہے، متن اسکا مشہور ہے اور سند کی ضعیف ہے۔مزید فرمایا ابو عاتکہ ترمذی کے راویوں میں سے ہے جس پر کذب یا تہمت کذب نہیں ہے۔(ص۶۔)

حدیث منکر مستلزم موضوع نہیں

مزید امام جلال الدین سیوطی نے تعقبات میں فرمایا ''منکر الحدیث ہونے سے موضوع ہونا ثابت نہیں بلکہ ضعیف ہونا ثابت ہوتا ہے۔

قال البخاری: منکر الحدیث فغایت امر حدیثہ ان یکون ضعیفا۔

میں نے اس پر چند امثلہ پیش کیں، ورنہ منکر الحدیث کی اصطلاح پر اگر امثلہ پیش کی جائیں تو ایک دفتر تیار ہو سکتا ہے۔مطالعہ حدیث کرنے والے خوب جانتے ہیں کہ اس طرح کی ابحاث سے حدیث کا موضوع ہونا تو در کنار ضعیف ہونا بھی

مستلزم نہیں۔ رجال ستہ میں اس مصطلحہ کے مصداق راوی کثیرہ موجود ہیں چہ جائیکہ دوسری کتب کے اندر جو احادیث کو موضوع ثابت نہیں کرتے۔

علامہ صاحب کی دوسری دلیل متروک ہے۔

اقول :

لفظ متروک سے استدلال غیر معقول و منقول ہے۔

تنبیہ :

متروک حدیث ضعیف کی اقسام میں سے ہے نہ کہ موضوع ۔اتہام کذب کو بعض موضوع شمار کرتے ہیں مگر یہ موضوع نہیں بلکہ ضعیف کی قسم ہے، بعض احباب کو مغالطہ ہے کہ متروک کو متہم بالکذب سے متصف کرتے ہیں۔

فائدہ ۲:

متروک ،امام مسلم کے ہاں ، منکر ہی ہے۔ جیسا کہ حافظ ابن حجر نے ذکر کیا۔ کتب ستہ و دیگر اجلہ ائمہ محدثین کے روات پر متروک ہونے کا اطلاق کیا گیا ہے۔ ضعیف تو شمار ہو سکتی ہے مگر موضوع نہیں۔

فائدہ ۳:

جرح میں متروک کے الفاظ طبقہ ثلثہ میں شمار کیے جاتے ہیں۔

اب میں چند امثلہ پیش کرنا چاہوں گا جو رجال ستہ میں سے ہے۔

1۔ عثمان بن عمیر کوفی۔

جس کی روایت ابو داؤد و دیگر میں موجود ہے۔ علامہ دار قطنی نے انہیں متروک الحدیث کہا ہے۔

سالته عن عثمان بن عمیر ابی الیقظان۔ فقال کوفی متروك (سوالات ابی بکر البرقانی ص 111)

امام دار قطنی سے ایزک راوی عمر بن ابراہیم کے بارے میں پوچھا گیا، آپ نے فرمایا کہ لین متروک۔

اہل علم جانتے ہیں کہ لین کی اصطلاح تو مقبول میں مستعمل ہے۔

امام دار قطنی سے عمر بن موسی راوی کے بارے پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا کوفی ہے متروک ہے۔ امام نسائی نے بھی ان کے بارے متروک الحدیث ہونا بولا۔ اور امام بخاری نے فیہ نظر کہہ منکر الحدیث کا اطلاق کیا۔ باوجود اس کے اجلہ ائمہ نے انکی روایت کو قبول کیا۔

2۔ علی بن جزور

یہ بھی رجال ستہ میں سے ہے۔

امام نسائی کے نزدیک

امام نسائی نے انہیں متروک الحدیث فرمایا ہے۔ الضعفاء والمتروکون میں۔

امام دار قطنی کے نزدیک

اور دار قطنی نے متروک الحدیث فرمایا ہے سوالات برقانی میں۔

اعلی حضرت کے نزدیک

امام سیدی وسندی اعلی حضرت فرماتے ہیں، متروک حدیث موضوع نہیں۔ ضعیفوں میں سب سے بدتر درجہ متروک کا ہے۔ جس کے بعد صرف متہم بالوضع یا کذاب ودجال کا مرتبہ ہے۔

امام ذہبی کے نزدیک

امام ذہبی رحمۃ اللہ علیہ جرح کی بحث کرتے ہوئے ذکر فرمایا کہ متروک الحدیث موضوع نہیں ہوتی۔ میزان الاعتدال میں ہے:

"اردی عبارات الجرح دجال، کذاب، او وضاع، یضع الحدیث ثم مھتم الکذب و متفق علی الترك ثم متروك، لیس بثقه۔" (ایضاً 4/1)

حافظ ابن حجر کے نزدیک

حافظ ابن حجر عسقلانی تقریب کے مقدمہ میں بیان فرماتے ہیں۔ 12 طبقات ذکر کیے۔ 11 اور 12 طبقہ۔ 12 وہ طبقہ ہے جس سے موضوع ہونا ثابت ہے اور 11 وہ جس پر کلام ہے۔ اور جب کہ علامہ ابن حجر نے متروک کو ضعیف نصا بیان کیا۔ متروک کے الفاظ ضعیف ہونے پر دلالت کرتے ہیں۔

العاشرة: من لم وثق البته و ضعف مع ذلك بقادح و الیه الاشارة بمتروك۔ الخ۔ ص 18۔

امام جلال الدین سیوطی نے اللالی المصنوعہ میں (ج 1 ص 10)۔

دوسرے مقام پہ فرمایا: سلیمان بن ارقم و ان کان متروکا فلم یتهم بکذب فلا وضع۔ مزید فرماتے ہیں کہ الفضل ایک حدیث میں راوی ہے جو متروک ہے۔ جس سے حدیث کا موضوع ہونا ثابت نہیں ہوتا۔ مزید اللالی میں فرمایا

فی الحکم بوضعه نظر۔ فان الفضل لم یتهم بالکذب۔

تعقبات میں ہے:

اصبغ شیعی متروك عند النسائی فحاصل کلامه "انه ضعیف لاموضوع" وبذلك صرح البیهقی۔

اصبغ شیعہ ہے، امام نسائی کے ہاں متروک ہے، ان کے کلام کا خلاصہ یہ ہے کہ وہ ضعیف ہے موضوع نہیں، اور اسی بات کی تصریح بیہقی نے کی ہے۔

حدیث چِلّہ صوفیہ کرام قدست اسرارہم کہ: من اخلص للہ تعالٰی اربعین یوما ظھرت ینابیع الحکمۃ من قلبہ علٰی لسانہ۔

جس شخص نے چالیس ۴۰ دن اللہ تعالٰی کیلئے اخلاص کیا اس کے دل سے حکمت کے چشمے اس کی زبان پر جاری ہو جائیں گے۔

ابنِ جوزی نے بطریق عدیدہ روایت کرکے اس کے رواۃ میں کسی کے مجہول، کسی کے کثیر الخطا، کسی کے مجروح، کسی کے متروک ہونے سے طعن کیا، تعقبات میں سب کا جواب یہی فرمایا کہ " ما فیھم متھم بکذب " یہ سب کچھ سہی پھر اُن میں کوئی مہتم بکذب تو نہیں کہ حدیث کو موضوع کہہ سکیں۔ یوں ہی ایک حدیث کی علت بیان کی :

بشر بن نمیر عن القاسم متروکان

(بشر بن نمیر نے قاسم سے روایت کی اور یہ دونوں متروک ہیں۔ت) تعقبات میں فرمایا: بشر لم یتھم بکذب (بشر مہتم بالکذب نہیں۔ت) حدیث ابی ہریرہ

"اتخذ اللہ ابراھیم خلیلا"

الحدیث (اللہ تعالٰی نے حضرت ابراہیم (علیہ السلام) کو اپنا خلیل بنایا، پوری حدیث۔ت) میں کہا

تفرد بہ مسلمۃ بن علی الخشنی وھو متروك

اس میں مسلمہ بن علی الخشنی منفرد ہے اور وہ متروک ہے۔

تعقبات میں فرمایا :

مسلمة وان ضعف فلم یجرح بکذب

مسلمہ اگرچہ ضعیف ہے مگر اس پر جرح بالکذب نہیں۔

حدیثِ ابی ہریرہ

"ثلٰثة لا یعادون"

تین چیزیں نہیں لوٹائی جائیں گی۔ پر بھی مسلمہ مذکور سے طعن کیا، تعقبات میں فرمایا : لم یتھم بکذب ، والحدیث ضعیف لا موضوع (یہ متہم بالکذب نہیں اور یہ حدیث ضعیف ہے موضوع نہیں۔ت) (فتاوی رضویہ جلد 5 ص 459)

ابان بن ابی عیاش :

ابو داؤد شریف کے راویوں میں سے ہے۔

قاعدہ عند ابی داؤد

صاحب ابو داؤد نے خود ایک ضابطہ خود " رسالۃ الی اھل مکہ "میں نقل فرمایا۔کہ جو حدیث بھی میں ابو داؤد شریف میں نقل کرونگا۔جب تک میں تصریح نہ کروں اس وقت تک وہ حدیث میرے نزدیک حسن ہے۔خود حافظ ابن حجر اس راوی کے بارے تقریب میں کہتے ہیں متروک من الخامسۃ۔

احمد بن بشیر :

یہ بخاری ،ترمذی،ابن ماجہ تینوں کے اندر موجود ہے۔حافظ ابن حجر تہذیب التہذیب میں فرماتے ہیں۔

"قال عثمان احمد بن بشیر من اھل الکوفۃ، ثم قدم بغداد۔ فھو متروک"۔

ابراہیم بن اسماعیل بن مجمع انصاری :

حافظ ابن حجر نے تہذیب میں اس کے حوالہ سے لکھا

"قال ابو داؤد فضعیف متروک۔"

یہ چند امثلہ فقیر نے متروک کی اصطلاح پر پیش کیں، قارئین پر یہ واضح ہوگا علامہ صاحب اصول حدیث سے کتنے نابلد و ناواقف ہیں، دونوں مصطلح سے حکم وضع ثابت نہیں ہوتا۔ اور علامہ صاحب نے حکم بالوضع ثابت کرنا چاہا، جو کسی بھی اعتبار سے درست نہیں۔ اگر میں متروک کے اوپر حوالہ جات دوں تو ایک ضخیم دفتر تیار ہو سکتا ہے۔

تیسری دلیل علامہ صاحب کی لیس بشئ سے تھی۔

اس پر بھی میں ایک حوالہ ذکر کرنا چاہونگا جو حافظ ابن حجر نے تہذیب التہذیب میں نقل فرمایا۔

عبداللہ بن مثنیٰ انصاری، قال ابن ابی خیثمہ عن ابن معین، لیس بشئ۔

علامہ صاحب نے تو لیس بقوی سے استدلال کیا تھا موضوع ہونے اور لیس بشئ تو اس سے بھی سخت لفظ ہے۔ جبکہ لیس بشیء موضوع ہونے کو مستلزم نہیں تو لیس بقوی کیسے ہو سکتا ہے؟

فائدہ ۱:

امام بیہقی نے یا دیگر محدثین نے نقل فرما کر کسی نے بھی اس حدیث کو موضوع نہیں کہا۔ اور نہ ہی ایسی مصطلح کا اطلاق کیا جس سے موضوع ثابت ہو۔

الفصل الثانی من حیث الدرایۃ

علامہ صاحب کی درایۃ بحث بھی غیر معقول ہے۔استدلال یہ کیا کہ حیض کی حالت میں بچہ پیدا ہی نہیں ہوتا۔ کیونکہ حیض جاری ہوتا ہے اور حمل ٹھہر ہی نہیں سکتا۔ہیں اس فصل میں درایت پر جو علامہ صاحب نے کلام کیا دو طرح کلام کرونگا۔

ایک تو حالت حیض میں بچہ پیدا ہونا حدیث میں منقول ہے دوسرا طب کے لحاظ سے بچہ پیدا ہونا منقول ہے۔

بحث الاول:

موقوفا۔حضرت ابن عباس سے منقول ہے کہ حیض کی حالت میں جو شخص اپنی بیوی کے پاس آئے تو اس سے حمل ٹھہر سکتا ہے اور پیدا ہونے والا بچہ مخنث ہوگا۔اس بات کو علامہ ابن بطال میں شرح صحیح بخاری میں ،علامہ سیوطی نے اکام المرجان ہیں اور امام اسماعیل حقی نے تفسیر روح البیان میں حضرت ابن عباس کا یہ قول نقل فرمایا۔

روی ابن وھب عن یحیی بن ایوب عن ابن جریج عن عطاء عن ابن عباس :قال المخنثون اولاد الجن۔قیل لہ کیف ؟قال نھی اللہ ورسولہ ان یاتی الرجل امراتہ وھی حائض فاذا اتاھا سبق الشیطان الیھا فحملت منہ فاتت منہ المخنث۔(شرح ابن بطال ج9ص 143)

لہٰذا علامہ صاحب کا رد تو حضرت ابن عباس کے قول سے ہی ہو گیا کہ اس حالت میں بچہ پیدا ہو سکتا ہے۔

بحث الثانی:

طب کی رو سے

طب کی رو سے بھی بچہ پیدا ہو سکتا ہے ہاں اس حالت میں بچے کا پیدا ہونا،اس کے چانسز بہت کم ہوتے ہیں۔

یہ ایک آرٹیکل ہے جو Danielle Dresden اور Tom Rush نے لکھا اور 12 جولائی 2022 کو پبلش ہوا۔

People can get pregnant at any time during their menstrual cycle, though it is much

less likely during their period

The chances of becoming pregnant are much lower before and after the fertile

.window, but it is still possible, and there are several factors to consider

According to a 2018 study , a person is most likely to get pregnant between the

8th and 13th trusted source day of the menstrual sycle.This means that the likelihood of a

.person becoming pregnant during their period is low

On top of this , sperm can live 3-5 days inside a body , which means that a person

can get pregnant even if they have sexual intercource 5 days before ovulating. So ,

.although it is possible to become pregnant during the period , it is unlikely

. it is , however possible for a person to get pregnant immediately after their period

link :)

https://www.medicalnewstoday.com/articles/324829?utm_source=chatgpt.com

)

ثالثاً حضرت علامہ اتنا تو جانتے ہوں گے کہ فقہ میں ایک طہر متخلل کی بحث آتی ہے۔ میں حضرت سے پوچھتا ہوں کیا

مانع ہے اس صورت میں حمل ٹھہرنا جس کا وقوع کسی صورت میں بھی غیر معقول نہیں۔

خاتمہ:

خاتمہ میں علامہ صاحب کی تقریر پر مختصر نقد پیش کرنا چاہوں گا۔اگر 28 منٹ کی تقریر میں نقد پیش کروں تو ہر دوسرے جملے میں نقد پیش ہو سکتا ہے مگر چیدہ چیدہ نقود پیش کر رہا ہوں۔

قال:

علامہ صاحب نے ایک ضابطہ بیان کیا کسی بھی منقول بات کا ثبوت حوالوں سے نہیں سند سے ہوتا ہے۔

اقول:

یہ ضابطہ بھی کلیۃً درست نہیں۔اتنا کہہ دینا کافی ہے کہ سیدی اعلی حضرت نقل فرماتے ہیں :

اگر کتب حدیث میں اصلا پتہ نہ ہو ایسی حدیث کا بعض کلمات علماء میں بلا سند مذکور ہونا بس کافی ہے۔اقول: بھلا یاں تو طرق مسندہ باسانید متعددہ کتب حدیث میں موجود علمائے کرام تو ایسی جگہ صرف کلمات بعض علما میں بلا سند مذکور ہونا ہی سند کافی سمجھتے ہیں اگرچہ طبقہ رابعہ وغیرہا کسی طبقہ حدیث میں اُس کا نام نہ نشان نہ ہو ، حضور اقدس سید المرسلین صَلَّی اللہ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے وصال اقدس کے بعد امیر المومنین عمر فاروق رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنۡہُ کا حضور والا کو ندا کر کے بابی انت وامی یارسول اللہ میرے ماں باپ حضور پر قربان یارسول اللہ کہہ کر حضور کے فضائلِ جلیلہ وشمائل جمیلہ عرض کرنا ، یہ حدیث امام ابو محمد عبداللہ بن علی لخمی اندلسیر شاطی نے کہ پانچویں صدی کے علماء سے تھے ۴۶۶ھ میں انتقال کیا اپنی کتاب اقتباس الانوار والتماس الازہار اور ابو عبداللہ محمد محمد ابن الحاج عبدری مکی مالکی نے کہ آٹھویں صدی کے فضلا سے تھے ۷۳۷ھ میں وصال ہوا اپنی کتاب مدخل میں ذکر کی دونوں نے محض بلا سند ائمہ کرام وعلمائے اعلام نے اس سے زائد اس کا پتہ نہ پایا کُتبِ حدیث میں اصلا نشان نہ ملا مگر ازانجا کہ مقام مقامِ فضائل تھا اسی قدر کو کافی سمجھا ، ان نادانوں کُند حواسوں فرق مراتب ناشناسوں کی طرح طبقہ رابعہ میں

ہونا درکنار اصلاً کسی طبقہ میں نہ ہونا بھی اُنہیں اُس کے ذکر وقبول سے مانع نہ آیا بلکہ اس سے استناد فرمایا علامہ ابوالعباس قصار نے اسے شرح قصیدہ بردہ شریف میں ذکر کیا اور اِنہیں زشاطی کا حوالہ دیا، پھر امام علّامہ احمد قسطلانی ع۔۔۔ا نے مواہب للدنیہ بیں بصیغہ جزم ذکر کی، اسی شرح قصار ومدخل کی سند دی، اسی مواہب شریف ونسیم الریاض علّامہ شہاب خفاجی مصری ومدارج النبوۃ شیخ محقق عبدالحق محدث دہلوی وغیرہا میں علمائے کرام نے اس حدیث کو زیر بیان آیہ کریمہ

لَآ اُقۡسِمُ بِهٰذَا الۡبَلَدِ ۔ وَاَنۡتَ حِلٌّۢ بِهٰذَا البلد

بیان کیا۔ (فتاوی رضویہ ج5 ص556۔ نسیم الریاض ج1 ص196)

مزید حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے منسوب یہ قول فتاوی رضویہ میں درج ذیل مقامات پر ہے۔(ج15 ص664 ج28 ص412 ج30 ص161)

اس طرح کے حوالہ جات کی تلاش وتتبع کی جائے تو کثیر کتب میں موجود۔ حضرت کے ضابطہ کو توڑنے کے لیے یہ ایک دلیل کافی ہے۔

قال:

اعلی حضرت نے روایت کے الفاظ پورے ذکر نہیں کیے۔

اقول :

حضرت نے یہ کہہ کر تاثر دینے کی کوشش کی کہ اعلی حضرت نے خیانت کی ہے۔ پورے الفاظ ذکر نہیں کیے۔

اولا :

الفاظ کا مکمل ذکر نہ کرنا، اجلہ واکابر ائمہ محدثین کا طریقہ رہا ہے جو مختلف وجوہات وفوائد پر

مبنی ہے۔ کیاان کے بارے میں بھی حضرت یہی تبصرہ کریں گے ؟

ثانیا:

یہ روایت اعلی حضرت نے دو مقام پر ذکر کی ہے۔ایک 23 جلد میں دوسرا 24 جلد میں۔ حضرت نے 24 جلد سے عبارت پڑھی جبکہ 23 جلد میں اعلی حضرت نے مکمل الفاظ ذکر کیے ہیں۔

ثالثا:

ممکن ہے کسی حدیث کی کتاب میں اتنے الفاظ کے ساتھ یہ حدیث مروی ہو جو اعلی حضرت نے نقل فرمائی ہو۔جس طرح کہ بہت ساری کتب میں فقط ''من لم یعرف حق الانصار'' کے الفاظ منقول ہوئے ہیں۔ جسے بغوی و طبرانی و دیگر محدثین نے نقل کیے ہیں۔

رابعا:

حدیث کے الفاظ مختصراذکر کرنا،اس طریقے سے کہ جس سے حدیث کا مفہوم و معنی متغیر و متبدل نہ ہو کوئی مضر نہیں۔

قال :

ترمذی میں موضوع روایات ہیں،ابو داؤد میں ہیں،ابن ماجہ میں تو بہت زیادہ ہیں۔

اقول:

حضرت کچھ شفقت اور ذرہ نوازی کیجیئے۔ کسی کتاب میں ہزاروں احادیث کا ہونا اور معدودا وہ بھی ثبوت پایہ تکمیل کو ہو وہ بھی شرائط و ضوابط کے لحاظ کو مد نظر رکھتے ہوئے ابن ماجہ پر تو تبصرہ ہے چند روایات کے لحاظ سے نہ کہ بہت زیادہ کا اطلاق۔

فلینظر بالانصاف لا بالاعتصاف۔

قال :

اعلی حضرت نے بغیر توجہ کے روایت ذکر کردی۔

اقول:

یا عسفا ! اس میں کچھ بھی محل نظر نہیں کہ یہ کہا جائے کہ اعلی حضرت نے بغیر توجہ کے ذکر فرمادی سوائے حضرت کے محل نظر ہونے کے۔اور حضرت توجہ کثیرہ کے طالب ہیں۔

قال:

اعلی حضرت تو اعلی حضرت رہے کسی مسلمان سے بھی متوقع نہیں۔

اقول:

استغفر اللہ ! جناب من ! غور فرمایئے آپ ایک حدیث رسول ﷺ کے انکار کا التزام کر رہے ہیں،جس پر حکم شدید مرتب ہو سکتا ہے۔کسی حدیث کا انکار کرنا کہ رسول کریم ﷺ کا فرمان ہے یہ جانتے ہوئے وہ موضوع نہیں نہ روایت کے اعتبار سے نہ درروایت کے اعتبار سے،اسکے بعد کوئی انکار کرے بصورت اہانت اس کا حکم شدید کتب ائمہ میں منقول ہے۔یقینا آپ سے اس کا تصور نہیں مگر نظر انصاف کے ساتھ نظر ثانی کیجیئے۔

قال:

لطیفے کی بات ،اس حدیث میں آیا ہے جو اہلبیت ،انصار اور اہل عرب کا حق نہ پہچانے ،تو یہ قریشی اور خانیوالی سب وہابیوں کو گالیاں دیتے ہیں۔تم تو پکے حرام زادے ثابت ہوگئے۔

اقول :

اولا جناب من ! آپ نے خود اطلاق کو مقید کیا ،وہابیہ کے ساتھ ۔جسکا مدلول گستاخ اور بے ادب لوگ ہیں۔جو اس حدیث کا ماصدق علیہ نہیں۔جو بداہتہ مدلول ہے۔

ثانیا :

ان گستاخوں کا رد کرنا اہل علم و فضل کا وطیرہ رہا ہے۔

ثالثا :

آپ بھی وہابیہ کو گالیاں دیتے ہیں بلکہ آپ کی ذرہ نوازی تو دور تک ہے۔تو کیا التزامی طور پر معاذ اللہ،لا حول ولا قوۃ، میں جسارت نہیں کر سکتا۔

رابعا:

آپ نے تین حکم میں سے ایک حکم کو مقید کرکے بیان کیا، کہ تم سب حرام زادے ہو،حالانکہ صور ثلثہ موجود تھے۔ایک کو خاص کرنا چہ معنی دارد؟مزاج کے مطابق۔

قال:

افسوس ہے اعلی حضرت پر جنہوں نے یہ حدیث رکھ دی۔

اقول:

یعنی جن رواۃ پر ائمہ رجال نے متروک ہونے کا تبصرہ کیااور ان کو رکھ لیا،علامہ صاحب ان کے بارے کیا کہیں گے جن میں امام بخاری جیسے اجلہ محدثین داخل ہیں،کیاان پر بھی یہی جملہ دوہرائیں گے ؟

قال:

اعلی حضرت لکھتے تو اس شرط کے ساتھ لکھتے کہ یہ موضوع و منگھڑت ہے۔

اقول:

اولا:

تو یہ منگھڑت نہیں۔جب یہ موضوع یا منگھڑت ہوتی تو موصوف یہ مطالبہ کر سکتے تھے۔جب ہم عقلا و نقلا ثابت کر آئے کہ یہ موضوع نہیں تو موصوف کا مطالبہ درست نہیں۔

ثانیا :

موضوع بھی ہو،تو یہ شرط لازمی نہیں کہ اس کو بیان بھی کیا جائے جس پر کثیر امثلہ موجود ہیں۔ائمہ نے موضوع حدیث بیان فرمائی مگر وہاں صراحت نہیں کی جسکی وجوہات مختلفہ ہیں۔

قال:

علامہ صاحب نے کہا کہ یہ زید بن جبیرہ جھوٹا بندہ ہے۔

اقول:

حالانکہ کسی نے بھی زید بن جبیرہ کا ترجمہ کرتے ہوئے اسے،وضاع،کذاب ، جھوٹا ہونا بیان نہیں کیا۔حضرت کی اختراع ہے جسے ائمہ رجال نے جھوٹا نہیں کہا حضرت اپنے اختراعی قضیہ میں اسے جھوٹا کہہ رہے ہیں۔

قال:

پھر علامہ نے ایک اور اختراعی قضیہ بیان کیا کہ جس راوی کی جانچ پڑتال کرنی ہو وہ جھوٹا ہوتا ہے۔

اقول:

علامہ کی تشریح کے مطابق اگر کبریٰ کو مسلمہ مان لیا جائے تو احادیث کثیرہ سے ہاتھ دھونا پڑے گا بلکہ تیسرا حصہ احادیث سے ہاتھ دھونا پڑے گا۔کبری مطوی صغریٰ واضح۔

قال:

بار بار اس کے بٹوے سے ملتی ہے۔

اقول:

علامہ صاحب اتنے نابلد اور ناواقف ہیں اصول حدیث سے کہ متفرد کی اصطلاح ہی مخفی رہ گئی۔

قال:

داؤد بن حصین جھوٹا ہے۔

اقول :

واہ حضرت ! داؤد بن حصین کے جھوٹے ہونے پہ اسی طرح کا حوالہ ،جس طرح کا حوالہ زید بن جبیرہ کا منقول ہے۔ائمہ رجال نے انہیں منکر الحدیث لکھا ہے۔جس سے ضعیف ہونا تو ثابت ہوتا ہے جھوٹا ہونا ثابت نہیں ہوتا۔اور نہ ہی ائمہ نے انہیں کذاب لکھا ہے۔

قال:

میں نے روایۃ کلام کیا اب درایۃ کلام کرتا ہوں۔ یہ روایت معنا کفر ہے۔ رسول کریم ﷺ کی طرف نسبت کفر ہے۔

اقول:

یعنی رسول کریم ﷺ کی طرف نسبت کی، علامہ بیہقی نے جو کفر ہے، علامہ ابن عدی نے کی جو کفر ہے، علامہ دیلمی نے نسبت کی جو کفر ہے، علامہ قیصرانی نے نسبت کی جو کفر ہے، علامہ ابن حجر مکی ہیتمی نے نسبت کی جو کفر ہے، سیوطی نے نسبت کی جو کفر ہے، علامہ متقی ہندی نے نسبت کی جو کفر ہے۔ دیگر کثیر ائمہ نے جو اپنی کتب میں اس حدیث کو بیان کیا رسول اکرم ﷺ کی طرف نسبت کی تو کیا معنا کفر کیا؟ جس جس نے نسبت کی تو کفر ہے آپ کے نزدیک۔ اب فلاں فلاں نے نسبت کی تو کفر کیا۔ صغری و کبری کو مرتب

کرنے سے نتیجہ واضح ہے۔ کبری آپ نے بیان کیا صغری واضح ہے، کیا کہیں گے؟ اپنے کلام پر توجہ کیجیئے۔ اور اس کلام شنیع سے توبہ و رجوع کیجیئے۔

قال:

جاہلانہ بات ہے، غلط بات ہے۔

اقول:

معاذ اللہ، ثم معاذ اللہ۔ رسول اکرم ﷺ کی بات کو جاہلانہ کہنا، غلط کہنا، جس کا موضوع ہونا خارج متحقق الوقوع نہیں۔ اس کا لازمہ نتیجہ بیان کرنے سے میں لرز رہا ہوں۔ یقینا آپ پر حجاب طاری ہے اور خطائے فاحشہ کا ارتکاب آپ کی کلام میں متحقق ہے۔ تفکر کرنے سے اور عدل و انصاف کے ساتھ غور کرنے سے آپ پر عیاں ہوگا۔ تمت۔